''اک شمع رہ گئی تھی سو وہ بھی خموش ہے''

حضرت مولانا زین العابدین الاعظمی المعروفی علیہ الرحمہ

عبدالباسط قاسمی ابن الشیخ مولانا زین العابدین الاعظمی شعبۂ کتب خانہ جامعہ مظاہر علوم سہارنپور

اہل علم کے حلقوں میں یہ خبر نہایت رنج وغم کے ساتھ پڑھی جائے گی کہ عالم ربانی، محدث جلیل ناقد بصیر، شیخ طریقت، راقم سطور کے والد ماجد حضرت مولانا زین العابدین صاحب اعظمی معروفی علیہ الرحمہ ۱۶/ جمادی الاخری ۱۴۳۴ھ بمطابق ۲۸/اپریل ۲۰۱۳ء بروز اتوار بعد نماز ظہر ۲ بج کر ۱۵ منٹ پر اپنے وطن پورہ معروف میں بعمر ۸۳ برس اس دارفانی سے رحلت فرما گئے۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مرحوم تواضع وانکساری کے خوگر، صبر واستقامت کے پیکر اور اخلاص وللّٰہیت کا نمونہ تھے، ان کے سینے میں اتباع سنت کا جذبہ ہمیشہ موجزن رہتا تھا، چھوٹوں پر شفقت اور خورد نوازی ان کا طرۂ امتیاز تھا، ہمیشہ چھوٹوں کو آگے بڑھانے انہیں بنانے سنوارنے، ان کی خوابیدہ صلاحیتوں کو بیدار کرنے کی فکر میں لگے رہتے تھے، وہ اپنے شاگردوں کو آسمان کی بلندیوں پر دیکھنا چاہتے تھے، ان کی کوشش تھی کہ طلبہ علم وعمل کے میدان میں خود ان سے بھی آگے بڑھ جائیں، ہمیشہ حوصلہ افزائی کیا کرتے تھے، قسام ازل نے ان کے اندر اتنے سارے اوصاف وکمالات، اور اتنی ساری خوبیوں کو جمع کر دیا تھا کہ انہیں احاطہ تحریر میں لانے کے لیے دفتر درکار ہیں، ملک کے چند مشاہیر اہل علم وقلم اور راسخین فی العلم میں ان کا شمار ہوتا تھا، ان کا سب سے بڑا کارنامہ مردم گری اور افراد سازی ہے، ان کے انتقال پر نہ صرف ہمارا خاندان اور جامعہ مظاہر علوم غم زدہ ہے بلکہ پورے ملک کی علمی فضا سوگوار ہے، ایک ایسا علمی خلا پیدا ہو گیا ہے جس کا پُر ہونا بظاہر مشکل ہے،

آئے عشاق ، گئے وعدۂ فردا لے کر　　　اب انھیں ڈھونڈھ چراغِ رخِ زیبا لے کر

ان کے تلامذہ نہ صرف ملک کے طول وعرض بلکہ بیرون ممالک پھیلے ہوئے ہیں، رب کریم ان کی خدمات کو قبول فرما کر انہیں اعلی علیین میں جگہ عنایت فرمائے، آمین۔

میرے والد صاحب نور اللہ مرقدہ کی ولادت علم وفضل کی سرزمین پورہ معروف ضلع مئو میں ۲۹/ جمادی الاخری ۱۵۱ھ کا دن گذار کر رات میں ہوئی، اس طرح ولادت کی تاریخ یکم رجب کہی جاسکتی ہے

عیسوی کے اعتبار سے یہ اکتوبر ۱۹۳۲ء ہے، اپنے والدین کی وہ تیسری اولاد تھے سب سے پہلے ان کی ایک بڑی بہن بچپن میں انتقال کر چکی تھیں، ان کے بعد ان کے بڑے بھائی مولانا محمد یونس صاحب مرحوم و مغفور فاضل دیوبند تھے، جو ۱۳۴۷ھ میں پیدا ہوئے، بچپن میں والد صاحب نور اللہ مرقدہ کے ہم سبق بھی رہ چکے تھے، مگر والد صاحب کی دیوبند سے فراغت سے ایک سال پہلے فارغ ہو کر گھر تشریف لائے۔ اور ایک سال کے بعد اپنی بیوہ اور ۶ ماہ کا بچہ چھوڑ کر وفات پا گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

سلسلہ نسب: زین العابدین بن محمد بشیر بن محمد نذیر بن غلام محمد بن حافظ عبدالقادر بن عبدالرحمٰن مرحوم آگے بھی چند پشت تک سلسلہ نسب محفوظ تھا لیکن اب محفوظ نہیں۔

ہمارے جد امجد حافظ عبدالقادر صاحبؒ، مولانا محمد طاہر معروفی علیہ الرحمہ کے معاصر تھے جو مولانا سخاوت علی و مولانا کرامت علی جونپوری کے ارشد تلامذہ میں سے ہیں۔ اس زمانے میں علم دین کے اندر سرزمین پورہ معروف میں یہی دو گھرانے نمایاں اور ممتاز تھے۔

پہلی درسگاہ مدرسہ معروفیہ: ۱۳۵۷ھ میں مدرسہ معروفیہ پورہ معروف میں داخل کئے گئے حضرت مولانا شبلی صاحب شیدا خیرآبادی سے (جو اس زمانے میں مدرسہ معروفیہ میں پڑھایا کرتے تھے) اردو کی تمام کتابیں، نقل، املا، گنتی، پہاڑہ وغیرہ کی تعلیم حاصل کی، انجمن حمایت اسلام لاہور والی اردو کی پہلی و دوسری کتاب، اردو دینیات کا پہلا اور دوسرا رسالہ انہیں سے پڑھا۔ مولانا شبلی صاحب شیدا خیرآبادی فارسی زبان وادب کے بے مثال معلم، بہترین خطاط اور اعلی درجے کے قادر الکلام شاعر تھے، یہ تمام اوصاف ان کے (تلامذہ بشمول مولانا محمد عثمان معروفی اور والد صاحب علیہ الرحمہ کے اندر بتمام وجوہ منتقل ہوئے) مدرسہ معروفیہ میں حضرت والد صاحب نور اللہ مرقدہ کے اساتذہ میں مولانا شبلی خیرآبادی، منشی علی احمد میونڑوی اور عربی کے اساتذہ میں مولانا عبدالستار اعظمی معروفی سابق شیخ الحدیث دارالعلوم ندوۃ العلماء و برادر اکبر مولانا عبدالجبار اعظمی معروفی علیہ الرحمۃ کا نام نامی ہے۔ والد صاحب نے اپنے گاؤں میں رہ کر ان اساطین علم وفضل اور اہل فن سے بھرپور استفادہ کیا، اس مدرسہ میں شرح تہذیب، شرح وقایہ اور شرح جامی تک تعلیم حاصل کی، پھر اس کے بعد ضلع اعظم گڑھ کے ایک بڑے علمی مرکز مدرسہ احیاء العلوم مبارک پور تعلیم حاصل کرنے کے لیے تشریف لے گئے۔ امتحان داخلہ حضرت مولانا مفتی محمد یٰسین صاحب نے لیا پھر مطلوبہ جماعت میں داخلہ مل گیا۔ یہ ۱۳۶۷ھ کی بات ہے،

پورہ معروف کے کل تین ہم جماعت ساتھی ایک ساتھ مدرسہ احیاء العلوم مبارک پور میں داخل ہوئے۔

مدرسہ احیاء العلوم مبارک پور میں: یہاں آپ کے اساتذہ حسب ذیل ہیں

(۱) حضرت مولانا مفتی محمد یسین صاحب: ان کے پاس ہدایہ اولین، قطبی، بعدہ سلم العلوم پڑھی۔

(۲) حضرت مولانا داؤد اکبر صاحب اصلاحی: ان کے پاس ترجمہ قرآن شروع کے چار پارے، پھر نور الانوار، پھر متنبّی قافیہ ب تک پڑھی۔

(۳) حضرت مولانا عبدالجبار صاحب اعظمی معروفی: ان کے پاس مقامات حریری۔

(۴) حضرت مولانا قاری ظہیر الدین صاحب معروفی: ان کے پاس نور الانوار پڑھی، پھر تدریس کے زمانے میں خارج میں انھیں کے پاس قراءت سبعہ بھی پڑھی۔

(۵) نور الانوار کا بقیہ مولانا بشیر احمد مبارک پوری سے پڑھا۔

اس مدرسہ کے تمام امتحانات امتیازی نمبرات سے پاس کئے، یہاں صرف ایک سال قیام رہا۔

دارالعلوم دیوبند میں پہلا سال:

پھر شوال ۱۳۶۸ھ میں از ہر ہند دارالعلوم دیوبند کے لیے روانگی ہوئی، بڑے بھائی مولانا محمد یونس صاحب مرحوم بھی ساتھ تھے، جو حضرات دیوبند ساتھ تشریف لے گئے ان میں دو نام بطور خاص قابل ذکر ہیں ایک مولانا و مفتی اختر حسن صاحب صدر مفتی و استاذ جامعہ مفتاح العلوم مئو (تقریباً تین سال پہلے انتقال فرماگئے)

دوسرے مولانا وڈاکٹر سعید الرحمٰن اعظمی مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ، عربی کے مایہ ناز ادیب ،ادارہ کے ترجمان ''مجلّہ البعث الاسلامی'' اور جریدہ ''الرائد'' کے ایڈیٹر اور کئی کتابوں کے مصنف ہیں۔

والد صاحب کا داخلہ امتحان مولانا عبدالاحد صاحب استاذ دارالعلوم دیوبند نے لیا۔

دارالعلوم دیوبند میں پہلے سال اسباق کی ترتیب اس طرح تھی:

پہلا اور دوسرا گھنٹہ شیخ الادب والفقہ حضرت مولانا اعزاز علیؒ امروہوی کے پاس تھا اس میں ہدایہ آخرین کا سبق ہوتا تھا۔

تیسرا گھنٹہ حضرت مولانا عبدالاحد صاحب کے پاس تھا ان سے ملاحسن شرح سلم العلوم پڑھی۔

چوتھا گھنٹہ حضرت مولانا محمد جلیل کیرانوی علیہ الرحمہ کے پاس تھا ان سے میبذی پڑھی۔
پانچواں گھنٹہ تجوید (فوائد مکیہ) قاری محمد عتیق صاحب تلمیذ قاری عبدالوحید الہ آبادی کے پاس تھا۔
چھٹا گھنٹہ مختصر المعانی، تلخیص المفتاح مولانا فخر الحسن صاحبؒ کے پاس تھا۔
بعد مغرب دیوان متنبّی، عروض المفتاح مولانا فخر الحسن صاحبؒ کے پاس تھا۔
اس زمانے میں پاس ہونے کے لیے مفروضہ پچاس نمبروں میں سے چالیس نمبر حاصل کرنا ضروری تھا اور طالب علم کی حسن تحریر پر انعامی نمبرات جو پچاس سے زاید بھی ہو سکتے تھے دیئے جاتے تھے۔

سال اول ۶۹/۶۸/۱۳ھ کے نمبرات

ہدایہ آخرین	۴۰	فوائد مکیہ	۴۵	میبذی	۴۵
خوشنویسی	۴۷	ملاحسن	۵۱	مختصر	۴۸
شرح عقائد نسفی	۵۰	تلخیص	۵۰	قراءت	۵۰
دیوان متنبّی	۵۱۔				

دار العلوم دیوبند میں دوسرا سال:

(۱) مشکوۃ شریف مکمل: حضرت مولانا محمد جلیل صاحبؒ کے پاس۔
اس کتاب میں سالانہ امتحان میں ۵۲ نمبر حاصل کئے۔
(۲) جلالین شریف مکمل: حضرت مولانا نصیر احمد خانصاحب کے پاس۔
غالبا اسی سال مولانا نے پہلی بار جلالین پڑھائی۔ سالانہ امتحان میں ۵۰ حاصل کیے۔
(۳) شرح نخبۃ الفکر: حضرت مولانا محمد جلیل صاحبؒ کے پاس۔
اس کتاب میں سالانہ امتحان میں ۵۰ نمبر حاصل کئے۔
(۴) الفوز الکبیر فی اصول التفسیر: حضرت مولانا نصیر احمد خانصاحبؒ کے پاس۔
اس کتاب میں سالانہ امتحان میں ۵۰ نمبر حاصل کئے۔
(۵) خوشنویسی: حضرت مولانا اشتیاق احمد صاحبؒ کے پاس۔
اس کتاب میں سالانہ امتحان میں ۵۰ نمبر حاصل کئے۔

(٦) سراجی: قاضی مسعود احمد صاحبؒ نائب مفتی دارالعلوم دیوبند کے پاس۔
اس کتاب میں سالانہ امتحان میں ۵۰ نمبر حاصل کئے
(۷) قراءت: جناب قاری عتیق احمد صاحب کے پاس۔
ان کے پاس قرآن کریم بروایت حفص مکمل کیا، اور سالانہ امتحان میں ۴۵ نمبر حاصل کئے۔
(۸) المقدمۃ الجزریہ: جناب قاری عتیق احمد صاحب کے پاس۔
اس کتاب میں سالانہ امتحان میں ۵۰ نمبر حاصل کئے۔
(۹) خلاصۃ البیان: جناب قاری عتیق احمد صاحب کے پاس۔
اس کتاب میں سالانہ امتحان میں ۵۰ نمبر حاصل کئے۔
(۱۰) تصریح علم ہیئت: حضرت مولانا بشیر احمد صاحب کے پاس۔
اس کتاب میں سالانہ امتحان میں ۵۳ نمبر حاصل کئے۔
(۱۱) شرح چغمینی علم ہیئت: حضرت مولانا بشیر احمد صاحب کے پاس۔
اس کتاب میں سالانہ امتحان میں ۵۳ نمبر حاصل کئے۔
(۱۲) بست باب زائچہ: حضرت مولانا بشیر احمد صاحب کے پاس۔
اس کتاب میں سالانہ امتحان میں ۴۹ نمبر حاصل کئے۔
(۱۳) اقلیدس (جیومیٹری): حضرت مولانا بشیر احمد صاحب کے پاس۔
اس کتاب میں سالانہ امتحان میں ۵۳ نمبر حاصل کئے۔
امسال پورے دارالعلوم میں دوسری پوزیشن حاصل کی۔

دارالعلوم دیوبند میں تیسرا سال:

ایک سال کے اندر فنون کی جملہ کتابیں پڑھ کر علمی تشنگی بجھائی۔
(۱) بیضاوی شریف سورہ بقرہ: حضرت مولانا ظہور احمد صاحب علیہ الرحمہ کے پاس۔
سالانہ امتحان میں ۵۲ نمبر ملے۔
(۲) شرح عقائد: حضرت مولانا ظہور احمد صاحب علیہ الرحمہ کے پاس۔
سالانہ امتحان میں ۴۴ نمبر ملے۔
(۳) المسامرہ فی شرح المسائرہ: حضرت مولانا ظہور احمد صاحب علیہ الرحمہ کے پاس۔
سالانہ امتحان میں ۴۵ نمبر ملے۔

(۴) امور عامہ فن عقائد میں: حضرت العلام مولانا محمد ابراہیم بلیاوی علیہ الرحمہ کے پاس۔
درس قرآن
سالانہ امتحان میں ۴۰ نمبر ملے۔
(۵) شرح عقائد جلالی: حضرت العلام مولانا محمد ابراہیم بلیاوی علیہ الرحمہ سے ۴۰ نمبر ملے۔
(۶) توضیح تلویح فی اصول الفقہ حضرت مولانا ظہور احمد صاحب کے پاس ۴۰ نمبر ملے
(۷) قاضی مبارک فی المنطق حضرت علامہ محمد ابراہیم بلیاوی علیہ الرحمہ سے ۴۱ نمبر ملے۔
(۸) حمد اللہ: حضرت مولانا فخر الحسن صاحب کے پاس ۳۶ نمبر ملے۔
(۹) صدرا فلسفہ: حضرت مولانا محمد جلیل صاحب مرحوم کے پاس ۵۱ نمبر ملے۔
(۱۰) شرح اشارات لابن سینا الطوسی حضرت العلام ابراہیم بلیاویؒ کے پاس ۵۱ نمبر ملے۔
(۱۱) خوشنویسی حضرت مولانا اشتیاق احمد صاحب مرحوم کے پاس سالانہ امتحان میں ۵۱ نمبر ملے
(۱۲) اسی سال خارج میں حضرت مولانا مفتی مہدی حسن صاحب صدر مفتی دارالعلوم دیوبند کے پاس فتوی نویسی کی مشق بھی کی، حضرت نے بعد نماز عشاء وقت عنایت فرمایا، والد صاحب علیہ الرحمہ پر نہایت شفقت فرمایا کرتے تھے، والد صاحب نور اللہ مرقدہ نے کل چوہتر فتاوی تحریر کئے، یہ جوابات مفتی مہدی حسن، مفتی مسعود احمد اور مفتی احمد علی سعید مفتیان دارالعلوم کی تصدیقات کے بعد سائلین کو ارسال کئے گئے، حضرت مفتی مہدی حسن رحمۃ اللہ علیہ کو والد صاحب کی فتوی نویسی پر انتہائی اعتماد تھا۔ دارالافتاء میں تقرری کے لیے حضرت مہتمم صاحب سے سفارش بھی فرما چکے تھے، لیکن بعض کرم فرماؤں کی عنایات تقرری کی راہ میں حائل ہوگئیں، ان کے نام کا پردہ خفا میں رہنا ہی مناسب ہے۔

ولست بمبد للرجال سريرتي ولا أنا عن أسرارهم بسؤل
مصلحت نیست کہ از پردہ بروں افتد راز ورنہ در مجلس رنداں خبرے نیست کہ نیست

دارالعلوم دیوبند میں چوتھا سال:

(۱) بخاری شریف: شیخ العرب والعجم شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمدؒ مدنی سے۔
سالانہ امتحان میں ۵۱ نمبر حاصل کئے۔
(۲) ترمذی شریف اول: شیخ العرب والعجم شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ سے
سالانہ امتحان میں ۵۰ نمبر حاصل کئے۔
ترمذی شریف جلد ثانی حضرت مولانا اعزاز علی صاحبؒ امروہوی کے پاس خارج میں ختم ہوئی۔
(۳) مسلم شریف: حضرت علامہ محمد ابراہیم بلیاوی قدس سرہ سے ۵۲ نمبر حاصل کئے۔

(۴) طحاوی بعد نماز فجر: حضرت علامہ محمد ابراہیم بلیاوی قدس سرہ سے ۵۳ نمبر حاصل کئے۔
(۵) ابوداؤد شریف: حضرت شیخ الادبؒ کے پاس ۵۱ نمبر حاصل کئے۔
(۶) شمائل ترمذی: حضرت شیخ الادبؒ کے پاس ۵۰ نمبر حاصل کئے۔
(۷) نسائی شریف: حضرت مولانا فخر الحسن صاحبؒ کے پاس ۵۳ نمبر حاصل کئے۔
(۸) موطا امام محمدؒ: حضرت مولانا فخر الحسن صاحبؒ کے پاس ۵۲ نمبر حاصل کئے۔
(۹) موطا امام مالک: مولانا محمد جلیل صاحبؒ کے پاس ۵۲ نمبر حاصل کئے۔
(۱۰) ابن ماجہ شریف، مولانا ظہور احمد صاحبؒ کے پاس ۵۱ نمبر حاصل کئے۔

دورۂ حدیث میں خصوصی نمبرات کے لیے پانچ سو نمبرات حاصل کرنے ضروری تھے، اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے حضرت والد صاحب نور اللہ مرقدہ نے پانچ سو پندرہ نمبر حاصل کئے، مولانا جمال الدین مدراسی کو ۵۰۳ نمبر ملے تھے، یہی دونوں حضرات خصوصی انعام کے مستحق ٹھہرے۔ مولانا ابوالحسن دمکوی کو چار سو نوے، اور مولانا نظر شاہ کشمیری کو چار سو نواسی نمبر حاصل ہوئے تھے، مولانا انظر شاہ صاحب دوران سبق والد صاحب کے سبقت لے جانے کا اکثر ذکر کیا کرتے تھے، تعریفی و توصیفی کلمات سننے والے اب بھی بہت سارے لوگ موجود ہیں۔

تدریسی زندگی کا آغاز

حضرت والد صاحب علیہ الرحمہ نے شوال ۱۳۷۲ھ مطابق جون ۱۹۵۳ء میں کلکتہ کے قریب امین پور شاشن کے جونیر مدرسہ سے تدریسی زندگی کا آغاز کیا، لیکن آب و ہوا موافق نہ ہونے کی وجہ سے صرف دو ماہ بعد ذی الحجہ ۱۳۷۲ھ اگست ۱۹۵۳ء میں گھر واپس آ گئے، اور اپنے بڑے بھائی مولانا محمد یونس صاحب کی جگہ پر (جو کسی وجہ سے بمبئی چلے گئے تھے) خالص پور ضلع اعظم گڑھ کے ایک مکتب میں پڑھانے لگے۔

تواضع اور انکساری کا یہ عالم کہ دار العلوم دیوبند میں اول پوزیشن حاصل کرنے کے باوجود مکتب میں بیٹھ کر قاعدۂ بغدادی سے تدریسی زندگی کا آغاز فرمایا، ناظرہ قرآن کریم کے علاوہ اردو کی پہلی، دوسری کتاب اور کچھ بچوں کو فارسی کی ابتدائی کتابیں پڑھائیں۔

رمضان المبارک ۳۷۳ھ مئی ۱۹۵۴ء کے دوسرے عشرے میں اپنے استاذ حضرت مولانا اعزاز علی صاحب امروہویؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے انہوں نے مدرسہ مدینۃ العلوم اکلہ خان پور ضلع میرٹھ بھیج دیا، اردو کی پہلی، دوسری، تیسری، حمد باری، آمد نامہ، گلزار دبستاں اور عربی درجات میں نحو میر اور صرف میر پڑھائی، یہاں شوال ۳۷۳ھ تا رجب ۳۷۴ھ قیام رہا انگریزی سنہ جون ۱۹۵۴ء ہے۔

جامعہ احیاء العلوم مبارکپور میں

شوال ۱۳۷۴ھ جون ۱۹۵۵ء میں سینئر مدرسہ گوما پھول باڑی آسام چلے گئے، وہاں پر فقہ وحدیث اورادب ومنطق کی اعلیٰ کتابیں آپ کے زیر درس رہیں، ۱۳۷۷ھ جون ۱۹۵۸ء تک آپ کا آسام میں قیام رہا، ذی الحجہ ۱۳۷۷ھ میں آپ کے استاذ محترم، مدرسہ احیاء العلوم کے نائب ناظم، مولانا شمس الدین صاحب نے آپ کو اپنی مادر علمی میں آکر تدریس کی دعوت دی، آپ نے بشاشت کے ساتھ قبول کرلیا۔ محرم ۱۳۷۸ھ اگست ۱۹۵۸ء میں جامعہ احیاء العلوم مبارک پور پہنچ کر آپ تدریسی خدمات انجام دینے لگے، احیاء العلوم مبارک پور کے زمانے میں آپ نے شرح عقائد نسفی، سلم العلوم، ملاحسن، میبذی، دیوان متنبّی، مقامات، ہدایہ اولین، ، جلالین، ابن ماجہ اور مسلم شریف جیسی اہم کتابوں کا درس دیا، یہیں پر آپ نے شرح عقائد نسفی کی عربی شرح بھی تحریر فرمائی، اس زمانے میں ہمارے دیار میں والد صاحب کے علم کا طوطی بولتا تھا، حضرت مولانا اعجاز احمد صاحب اعظمی اور حضرت مولانا ابوبکر غازی پوریؒ نے اسی زمانے میں والد صاحب کے پاس تعلیم حاصل کی جو بعد کے زمانے میں ہندوستان کے افق پر آفتاب و ماہتاب بن کر جگمگائے، شعبان ۱۳۹۰ھ تک یہاں قیام رہا۔ اور اپنے استاذ محترم حضرت مولانا مفتی محمد یٰسین صاحب علیہ الرحمۃ کے دست راست بنے رہے، یہاں پر آپ نے تقریباً بارہ برس تدریسی خدمات انجام دیں، آج بھی بہت سارے اہل علم اس زمانے کی یادگار ہیں جو ملک کے طول وعرض میں پھیلے ہوئے ہیں، اللہ تعالیٰ ان سب کی خدمات کو قبول فرمائے، آمین۔

تبلیغ میں حصہ:

۹۱-۱۳۹۰ھ ۷۱-۱۹۷۰ء تقریباً ایک سال تبلیغ میں وقت لگایا یہ اس وقت کی بات ہے جب تبلیغ میں

جانے والوں کو آج کے بالمقابل ریاضت ومجاہدے زیادہ کرنے پڑتے تھے، پذیرائی کے بجائے خشت باری، اور لعنت ملامت کا سامنا کرنا پڑتا تھا، والد صاحب تبلیغی جماعت کے سخت حامیوں میں سے تھے، مگر قابل اعتراض باتوں پر گرفت بھی کیا کرتے تھے۔اس زمانے میں تبلیغ کے اکابر میں والد صاحب علیہ الرحمہ کا شمار ہوتا تھا۔

مدرسۃ الاصلاح سرائے میر میں

ایک سال جماعت میں وقت لگانے کے بعد مدرسۃ الاصلاح سرائے میر میں تدریسی زندگی شروع کی، تقریباً آٹھ برس اس ادارے میں قیام رہا، بخاری شریف، ترمذی شریف، حجۃ اللہ البالغہ، بدایۃ المجتہد، شرح عقائد نسفی اور فقہ وحدیث وادب کی دوسری اہم کتابیں بھی زیر درس رہیں، اس زمانے کے مشہور تلامذہ میں مولانا اجمل ایوب اصلاحی صاحب جنہوں نے اور کئی کتابوں کے علاوہ ابھی حال ہی کتاب الروح لابن قیم کی تحقیق کی ہے، مولانا طاہر مدنی ناظم جامعۃ الفلاح بلریا گنج، مولانا نعیم الدین اصلاحی استاد جامعۃ الفلاح، مولانا سلطان احمد اصلاحی ادارہ تحقیق وتصنیف علی گڑھ، مولانا ڈاکٹر محمد ابواللیث خیرآبادی وغیرہ ہیں، آخرالذکر مدرسی کے زمانے میں والد صاحبؒ سے بھرپور استفادہ کرتے رہے، جماعت اسلامی کے لوگ انہیں اپنا ہمنوا بنانا چاہتے تھے مگر والد صاحب کی پشت پناہی کی وجہ سے وہ لوگ کامیاب نہ ہوسکے، ایک بار کسی نے برسبیل تذکرہ والد صاحب سے کہہ دیا کہ مولانا ابواللیث خیرآبادی کو مولانا زین العابدین اعظمی نے خراب کیا ورنہ وہ فکرونظر میں جماعت اسلامی کے نظریات سے ہم آہنگ ہورہے تھے، اس پر والد صاحب نے ترکی بہ ترکی جواب دیا کہ مولانا ابواللیث تو میرے آدمی تھے، وہ قاسمی ہیں، آپ انہیں اغوا کرنا چاہتے تھے، میں نے صرف اتنا کیا کہ انہیں اغوا ہونے سے بچالیا۔

پھر جب والد صاحب جامعہ مظاہر علوم سہارنپور تشریف لائے تو انہوں نے یہاں کے ناظم اعلیٰ حضرت مولانا محمد سلمان صاحب مدظلہ العالی سے مشورہ کرکے مولانا ابواللیث خیرآبادی کا ایک محاضرہ شعبہ تخصص فی الحدیث میں بعنوان ''تخریج حدیث'' رکھوایا، ناظم صاحب مدظلہ العالی نے بڑی بشاشت اور کشادہ قلبی کے ساتھ والد صاحب کی اس خواہش کا خیر مقدم کیا مولانا موصوف محاضرہ کے لیے بڑے اعزاز سے بلائے گئے، پھر جب مولانا خیرآبادی نے اپنی معرکۃ الآراء تصنیف ''تخریج الحدیث نشأته

و منهجیته ''،لکھی تو اس کا مسودہ حضرت والد صاحبؒ کی خدمت میں برائے نقد و تبصرہ بھیجا والد صاحب اور برادر مکرم مولانا مفتی عبداللہ معروفی صاحب نے بامعان نظر دیکھ کر ایک رائے قائم کی پھر والد صاحب نے تفصیلی نقد جو فل اسکیپ سائز میں چار پانچ صفحات پر مشتمل تھا، میرے ہمراہ خیر آبادی صاحب کی خدمت میں ارسال کیا، اور کچھ مفید مشورے بھی دیئے، جسے مولانا خیر آبادی نے کشادہ قلبی کے ساتھ قبول کیا اور شکریہ کا خط بھی لکھا پھر جب کتاب چھپ کر منصۂ شہود پر آ گئی تو والد صاحب نے اسے مظاہر علوم اور دارالعلوم دیوبند کے شعبہ تخصص میں داخل کرنے کی شفارش کی، بحمد اللہ مظاہر علوم کے شعبہ تخصص فی الحدیث میں یہ کتاب داخل نصاب ہے۔

دارالعلوم چھاپی ضلع بناس کانٹھا گجرات میں

یہاں پر ۱۴۰۱ھ ۱۹۸۱ء میں تقرر ہوا، اور مستقل پانچ برس تک یہاں قیام رہا، اس زمانے میں حضرت مولانا حبیب اللہ صاحب فیروز پوری گجراتی وہاں پر مہتمم تھے، اور وہی شیخ الحدیث بھی تھے، اس سے قبل وہ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ میں بھی شیخ الحدیث رہ چکے تھے، والد صاحب کے بڑے مداح اور بڑے قدردان، کشادہ قلب، روشن جبیں، نہایت خیر اندیش، ہمہ وقت ادارے کو ترقی دینے میں کوشاں مرنجاں مرنج شخصیت کے مالک، عربی، فارسی اور اردو تینوں زبانوں میں شعر گوئی پر مکمل قدرت، ''صور اسرافیل''، ''حرکت آفاق'' اور ''شہادت بابری مسجد'' ان کا مجموعۂ کلام ہے، شاعری میں اقبال کا رنگ غالب ہے، صاحب دیوان شاعر ہونے کے ساتھ ساتھ مسند حدیث پر جلوہ افروز، اللہ تعالیٰ ان کی خدمتوں کو قبول فرمائے، وہاں والد صاحب کے پاس صحیح مسلم، طحاوی شریف اور حدیث وفقہ و ادب کے دیگر کتابیں بھی زیر درس رہیں، حضرت مولانا بار بار آپ کو بخاری شریف پڑھانے کی پیش کش کرتے مگر والد صاحبؒ انکار کردیتے۔ والد صاحب بخاری شریف کی تقسیم کے کسی طرح قائل نہ تھے۔

مولانا قاری عبدالستار صاحب اسلامپوری کو خارج میں ڈھائی سال کی محنت شاقہ کے بعد قراءت سبعہ مکمل کرایا، اور قراءت سبعہ خالصۃ لوجہ الکریم پڑھایا، اس زمانے تک پورے شمالی گجرات میں ایک بھی سبعہ کا قاری نہ تھا، آج وہاں پر جتنے بھی قراء سبعہ ہیں ان کا سلسلہ اسناد براہ راست یا بالواسطہ والد

صاحب علیہ الرحمہ پر ہی جا کر آ گے بڑھتا ہے۔اس علاقے کے لیے والد صاحبؒ کا یہ ایک تجویدی کارنامہ ہے وہاں کے مشہور تلامذہ اور استفادہ کرنے والوں میں چند اہم نام یہ ہیں۔

حضرت مولانا قاری عبدالستار صاحب اسلام پوری نائب شیخ الحدیث مدرسہ امداد العلوم ڈوالی گجرات

مولانا محمد یونس صاحب شیخ الحدیث مدرسہ امداد العلوم وڈالی گجرات

مولانا مفتی عبدالرحمٰن صاحب کالیڑا،صدر مفتی دار العلوم چھاپی گجرات

مولانا محمد یعقوب صاحب نائب مہتمم دار العلوم چھاپی گجرات

مولانا ثناء اللہ رسول پوری صاحب استاذ فقہ وحدیث دار العلوم چھاپی گجرات

مولانا رفیق احمد صاحب شیخ الحدیث دار العلوم چھاپی گجرات جنھوں نے سرائے میر کے زمانے میں والد صاحب سے استفادہ کیا تھا۔

مولانا رشید احمد صاحب ابن مفتی کفایت اللہ صاحبؒ مہتمم خانقاہ خلیلیہ ماہی وغیرہ کے نام قابل ذکر ہیں،تعلیم سے فراغت کے بعد انھوں نے ایک رمضان بغرض استفادہ پورہ معروف میں گذارا،سفینۃ البلغاء اور بعض دیگر اہم کتابوں کے علمی اشکالات حل کیے۔

میری والدہ مرحومہ کی علالت کی وجہ سے والد صاحب کو ایک سال کی بغرض علاج چھٹی لینی پڑی، ہمارا قیام پورہ معروف میں تھا، جامعہ مظہر العلوم بنارس میں ایک شیخ الحدیث کی ضرورت تھی، حضرت مولانا نعمت اللہ صاحب اعظمی مظہر العلوم چھوڑ کر دار العلوم دیو بند جا چکے تھے،مولانا عبدالجبار صاحب مئوی(تلمیذ رشید محدث کبیر)ان کی جگہ سنبھالے ہوئے تھے،جنھوں نے حواشی بخاری شریف کی اغلاط کی تصحیح فرما کر''**التصویبات لما فی حواشی البخاری من التصحیفات**'' کے نام سے ایک علمی کام کیا ہے،مولانا عبدالمغنی صاحب صدر مدرس جامعہ مظہر العلوم بنارس نے اصرار کر کے والد صاحب کو راضی کر لیا، پہلے والد صاحب وہاں پر صرف ایک سال کے لیے آمادہ ہوئے مگر اگلے شوال ۱۴۰۵ھ جون ۱۹۸۵ء میری والدہ مرحومہ اس دار فانی سے رخصت ہوگئیں، ہم بھائی بہنوں کی تعلیم وتربیت اور کچھ دوسرے عوارض کی وجہ سے والد صاحب پھر گجرات نہ جاسکے،البتہ اخیر عمر تک اہل گجرات سے اچھے مراسم اور مخلصانہ تعلقات قائم رہے، جامعہ مظہر العلوم بنارس میں

والد صاحب ۹ برس ۳ ماہ شیخ الحدیث کے عہدۂ جلیلہ پر فائز رہ کر ۱۹۹۳ء میں رٹائرڈ ہو گئے، یہاں پر بخاری شریف، ترمذی شریف، شرح عقائد، حجۃ اللہ البالغہ، ہدایہ اولین وآخرین، اور نحو وصرف وغیرہ کی کتابیں زیر درس رہیں۔

دار العلوم سبیل السلام حیدرآباد میں دو سال

ابھی مظہر العلوم بنارس سے رٹائرڈ ہونے میں کچھ وقت باقی تھا کہ مولانا محمد رضوان القاسمی صاحب نے ہمارے ایک عزیز مولانا نور العین کو پاگنجی کی معرفت اپنے ادارہ میں آنے کی دعوت دی اور اصرار فرمایا کہ رٹائرڈ ہونے سے قبل ہی یہاں پر آ کر کچھ روز قیام کر لیں، چنانچہ والد صاحب نے اسے منظور فرمالیا، اور ایک سفر کیا پھر واپس آ کر کچھ دن مظہر العلوم بنارس میں مقیم رہے، رٹائرڈ ہونے کے فوراً بعد مع اہل وعیال حیدرآباد تشریف لے گئے، وہاں پر جدید تلامذہ کے علاوہ مولانا خالد سیف اللہ رحمانی، اور مولانا محمد رضوان القاسمی، مولانا احمد عبد المجیب قاسمی ندوی، مولانا محمد مصطفےٰ مفتاحی چمپارنی (جو احیاء العلوم مبارکپور کے زمانے کے والد صاحب کے شاگرد تھے) انہوں نے بھرپور استفادہ کیا والد صاحب کی بڑائی اور عظمت ہمیشہ ان حضرات کے دلوں میں رہی حالانکہ یہ تینوں حضرات ملک میں ایک نمایاں علمی حیثیت رکھتے تھے، (۱) مولانا خالد سیف اللہ رحمانی، صاحب بصیرت عالم دین ہیں، فقہ وفتاوی اور خاص کر جدید فقہی مسائل میں اس وقت پورے ملک میں مرجع کی حیثیت رکھتے ہیں، دس بارہ کتابوں کے مصنف ہیں، قاموس الفقہ، کتاب الفتاوی، جدید فقہی مسائل، حلال وحرام جیسی اہم کتابوں کے مصنف ہیں، اللہ انہیں سلامت رکھے، روزنامہ منصف جمعہ ایڈیشن میں ''شمع فروزاں'' کے عنوان سے مقبول کالم نگار ہیں (۲) مولانا محمد رضوان القاسمی صاحب: کئی کتابوں کے مصنف، بہترین خطیب، نہایت خوش وضع، بڑے خلیق وملنسار، شعر وادب کا ستھرا ذوق رکھنے والے، بہترین اسلوب تحریر اور ادیبانہ طرز نگارش کے مالک تھے، چند برس پہلے انتقال کر گئے، اللہ تعالیٰ مغفرت فرما کر درجات بلند فرمائے، دکن کے کثیر الاشاعت اردو اخبار ''روز نامہ سیاست'' میں ''سوال وجواب'' کے عنوان سے مستقل کالم نگار تھے۔

(۳) مولانا احمد عبد المجیب قاسمی ندوی عربی زبان وادب کے رمز شناس، انگریزی زبان پر بھی قدرت، تدریس میں اپنی مثال آپ، عرب مہمانوں آمد پر دار العلوم سبیل السلام حیدرآباد میں نظامت

کے فرائض انجام دیتے تھے، فی الحال امریکہ میں رہائش پذیر ہیں، دعوتی اورتحریکی ذہن رکھتے ہیں۔

ہمارا قیام حیدرآباد میں دوسال رہا، اہل دکن کی بودوباش، ان کی نشست وبرخاست اوران کی تہذیب وثقافت میں عظمت رفتہ کے نقوش کی کچھ جھلکیاں اب بھی دکھائی دیتی ہیں۔

حضرت مولانا نعمت اللہ صاحب اعظمی مدظلہ العالی کی معرفت حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب حضرت مولانا محمد سلمان صاحب، حضرت مولانا اسعدمدنی صاحب مرحوم، نے جامعہ مظاہرعلوم سہارنپور کے لیے بلالیا، مولانا محمد طلحہ صاحب کاندھلوی بہ نفس نفیس دیوبندتشریف لے گئے، اورمولانا نعمت اللہ اعظمی صاحب سے اس سلسلہ میں مشورہ کرکے گذارش کی کہ جیسے بھی ممکن ہوآپ مولانا کوآمادہ کریں۔

جامعہ مظاہرعلوم سہارنپور میں

جامعہ مظاہرعلوم سہارنپورملت اسلامیہ ہند کے دلوں کی دھڑکن، علماء مظاہرعلوم سہارنپور کی خدمات بے مثال، حدیث پاک کی تفہیم وتشریح اوراس کی ترویج واشاعت میں اس کا اہم کردار، بذل المجھود فی حل سنن ابی داود مصنفہ حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ، اُوجز المسالک الی موطأ مالک، الابواب والتراجم مصنفہ حضرت شیخ محمد زکریا کاندھلویؒ اورالیواقت الغالیہ فی تحقیق الأحادیث العالیہ مصنفہ مولانا محمد یونس صاحب جونپوری مدظلھم جیسی شاہکارتصانیف علماء مظاہرعلوم کا بیش قیمت علمی سرمایہ ہیں۔ جنگ آزادی میں جہاں کے علماء کے سرفروشانہ کارناموں کورہتی دنیا تک بھلایانہیں جاسکتا، یہاں کی مجلس شوریٰ نے یہ طے کیا کہ جامعہ میں ایک شعبۂ تخصص فی الحدیث قائم کیا جائے، اوراس کے لیے نہایت منفردمقام رکھنے والے متون حدیث اور ماہراسماءالرجال اوردیگرعلوم وفنون پر کامل دستگاہ رکھنے والے بالغ نظرعالم دین، حضرت مولانا زین العابدین اعظمی معروفی پرنظرانتخاب جاکرٹھہرگئی، اخیرعمر میں والدصاحب جس طرح کا علمی کام کرنا چاہتے تھے، مظاہرعلوم کی فضا اس کے لئے سازگار معلوم ہوئی چنانچہ والدصاحب یہاں کے لئے آمادہ ہوگئے۔

۱۴۱۵ھ ۱۹۹۵ء میں اس شعبہ کا یہاں پرقیام عمل میں آیا، وہ دن ہے اورآج کا دن اس اٹھارہ سال پرمحیط عرصہ میں بے شماراہل علم یہاں سے فیض یاب ہوکرملک کے طول وعرض میں پھیلتے چلے گئے، والدصاحب علیہ الرحمہ نے شبانہ روزمحنت کرکے نوخیزوں کی صلاحیتوں میں چارچاند

لگا دئے، ان کے شاگرد، ان کے ارد گرد پروانوں کی طرح منڈلاتے رہے اور اپنی فدائیت اور جاں نثاری کا ثبوت دیتے رہے، جن کی تعداد ایک سو کے قریب پہنچ چکی ہے، جو درحقیقت کیفیت کے اعتبار سے ہزاروں علماء وفضلاء پر بھاری ہیں، اختصاص فی الحدیث کرنے والوں کی کثرت سے علم حدیث اور فن اسماء الرجال میں بہت سارے لوگوں کی اجارہ داری ختم ہوگئی، آج کا ایک نوجوان فاضل کسی ادارے کے کبیر السن شیخ الحدیث کی آنکھ میں آنکھ ملا کر بات کرسکتا ہے، یہاں کے چند برسوں کے بعد از ہر ہند دارالعلوم دیوبند کی مجلس شوریٰ نے جب تخصص فی الحدیث کے قیام کا اعلان کیا تو یہیں کے فیض یافتگان کی معاونت سے وہاں پر شعبہ قائم کیا جاسکا، الحمدللہ دونوں جگہ سے کام کے افراد بڑی تیزی سے نکل رہے ہیں، علماء کی کھیپ کی کھیپ ترقیات کی راہ پر گامزن ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ ان سب کو نفس وشیطان کے دھوکے سے بچا کر پورے اخلاص کے ساتھ علم وعمل اور تحقیقات و تصنیفات کے میدان میں آگے قدم بڑھانے کی توفیق بخشے۔ آمین

اس شعبہ کے فیض یافتگان میں حضرت مولانا مفتی عبداللہ معروفی صاحب استاذ شعبہ تخصص فی الحدیث دارالعلوم دیوبند، مولانا محمد حسین بنگلا دیشی، مولانا عابد الرحمٰن بنگلا دیشی، مولانا حفظ الرحمٰن گلبرگہ، مولانا امان اللہ سرلانکی، مولانا صغیر احمد پرتاب گڈھی، ملک اور بیرون ملک کے مختلف اداروں میں علم حدیث کی خدمات میں مصروف ہیں اور خود جامعہ مظاہر علوم میں مولانا محمد خالد سعید مبارک پوری، مولانا محمد معاویہ گورکھپوری، مولانا عبد العظیم بلیاوی، مولانا محمد یوسف گجراتی شعبۂ تخصص فی الحدیث میں اہم تدریسی وتحقیقی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

تصنیفات وتالیفات اور نقد وتبصرے

طالب علمی کے زمانے سے ہی والد صاحبؒ نے تدریسی اور تصنیفی میدان میں قدم رکھ دیا تھا، کل چودہ پندرہ کتابیں تصنیف فرمائیں پہلے چند مطبوعہ کتابوں کا یہاں پر ذکر کیا جاتا ہے:

(۱) **اسماء حسنٰی سے بندوں کی سرخ روئی:** یہ رسالہ سولہ صفحات پر مشتمل ہے، اس کے اندر اللہ تعالیٰ کے ننانوے ناموں کو شمار کرکے سب کی تھوڑی تھوڑی تشریح کردی گئی ہے، زبان آسان اور عام فہم ہے۔

(۲) **مسنون قراءت:** یہ رسالہ دراصل چہل حدیث ہے، اس میں والد صاحبؒ نے نماز پنجگانہ وجمعہ وعیدین

سے متعلق قراءت مسنونہ کو بیان کردیا ہے، اوراس باب میں ائمہ اربعہ کے مسائل اوران کے یہاں راجح قول کو بھی نقل کردیا ہے، ایک نادر علمی تحفہ ہے، پہلا ایڈیشن ختم ہوگیا تھا، تو کتاب کی افادیت کے پیش نظر والد صاحب کی خواہش پر مرض الوفات میں دوبارہ کمپیوٹر سے کتابت کرا کے شائع کرادی گئی ہے۔ اہل علم اورائمہ مساجد سے مطالعہ کی گزارش کی جاتی ہے۔

(۳) **تکملہ امداد الباری شرح صحیح بخاری:** والد صاحب کے استاذ وشیخ حضرت مولانا عبدالجبار صاحب اعظمی معروفی شیخ الحدیث مدرسہ شاہی مرادآباد کی تحریر کردہ شاہ کار تصنیف ہے، آپ اسے اردو زبان کی فتح الباری، یا عمدۃ القاری کہہ سکتے ہیں، مرشد مکرم نے اپنی زندگی ہی میں نظر ثانی ومراجعہ کا کام والد صاحبؒ کو دے رکھا تھا، ان کے انتقال کے بعدان کے ورثاء نے یہ علمی کام تکمیل کی خاطر والد صاحبؒ کے سپرد فرمایا، والد صاحب نے پانچویں جلد کے آخر سے کام کرنا شروع کیا جلد پنجم مکمل ہوئی، پھر جلد ششم میں کتاب الطہارت باب التیمم تک مکمل ہوگئی، جلد ہفتم میں کتاب الصلوۃ کافی حد تک مکمل ہوگئی، جلد ہشتم اور جلد نہم مکمل ہوچکی ہے ان دونوں جلدوں میں کتاب الصلوۃ اور کتاب الجنائز مکمل ہوچکی ہے۔ یہ عجیب اتفاق ہے کہ کتاب الجنائز مکمل ہوتے ہی والد صاحب اس دارفانی سے رحلت فرما گئے۔ اس طرح کتاب الجنائز اور الفضل بيننا وبينكم يوم الجنائز سے غیرارادی تطبیق اور ترجمۃ الباب سے عملی مطابقت بھی ثابت ہوگئی، اللہ تعالیٰ غریق رحمت کرے آمین۔

(۴) **عقیدہ نما:** یہ کتاب شرح عقائد کا بہ طرز سوال وجواب ایک مفید نوٹ ہے، جو مدرسہ تعلیمی بورڈ اترپردیش کے پرچہ جات کو سامنے رکھ کر لکھا گیا ہے، مختصر اور سہل انداز میں پیچیدہ علمی گتھیوں کو سلجھانے کی کوشش کی گئی ہے امتحان کے زمانے میں طلبہ اس سے خوب نفع اٹھاتے ہیں۔

(۵) **عرش الٰہی کا سایہ اور رحمت الٰہی سے محرومی کے اسباب:** عرش الٰہی کے نیچے جگہ پانے والے لوگوں کا تفصیل سے بیان کیا گیا ہے، سات آدمیوں کو عرش الٰہی کے سایہ میں جگہ ملے گی، یہ بات تو عام طور پر لوگوں کو معلوم ہی ہے، ان کے علاوہ بقیہ اور کون کون لوگ ہیں جن کو یہ فضیلت حاصل ہوگی؟ والد صاحبؒ نے ان کا احاطہ کردیا ہے، یہ تعداد ۶۸ تک پہنچ گئی ہے، مزید یہ کہ رحمت الٰہی سے محرومی کے اسباب بھی جمع کردئے ہیں، تاکہ ترغیب کے ساتھ ترہیب کی احادیث اور تبشیر کے ساتھ تنذیر کا پہلو بھی امت مسلمہ کے سامنے آجائے۔

(۶) **تذکرہ علمائے ہند**، مصنفہ رحمان علی ناروی: یہ فارسی کتاب کا ترجمہ ہے، اسلوب تحریر دل نشیں ہے، بعض مادہ ہائے تاریخ سے تاریخ وفات نہیں نکلتی تھی ممکن ہے کاتب سے سہو ہوا ہو، والد صاحب نے کہیں تلاش کرکے اور کہیں اپنی طرف سے دو ایک لفظ کا الٹ پھیر کرکے تاریخی مادوں کو صحیح کردیا ہے، اس کی ایک مثال هو الفوز الكبير ہے۔ اس سے

۱۲۱۵ء برآمد نہیں ہوتا لہٰذا والد صاحب نے ھو الفضل الکبیر کر دیا، تو ۱۲۱۵ برآمد ہو گیا۔ اس کتاب کے ترجمہ میں والد صاحبؒ نے دوسرا کام یہ کیا ہے کہ ہجری سنین کو عیسوی سنین سے تطبیق دے دی ہے، اور اس سلسلہ میں (تایا جان) مولانا محمد عثمان صاحب معروفی کی کتاب ''مفتاح التقاویم'' سے مدد لی گئی ہے، ترجمہ کا کام آدھے سے زیادہ ہو چکا تھا تب معلوم ہوا کہ اس کتاب کا اردو ترجمہ پروفیسر محمد ایوب قادری نے بھی کیا ہے، (ولادت: جولائی ۱۹۲۶ء وفات ۱۹۸۳ء)

(۷) **المرتضیٰ وغیرہ کا علمی احتساب**: اس کتاب کے اندر تین تنقیدیں شامل ہیں، پہلی تنقید مولانا علی میاں ندویؒ کی کتاب المرتضیٰ پر ہے، علی میاں ندوی کے قلم سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں کچھ ایسے نازیبا کلمات نکل گئے تھے جو عقیدہ اہل سنت سے متصادم تھے، شیعان علیؓ اسے بطور ہتھیار اہل سنت والجماعت کے خلاف استعمال کر سکتے تھے، اسی نزاکت کے پیش نظر والد صاحبؒ نے اس کا رد کیا۔ علاوہ ازیں تاریخی، ادبی اور علم الانساب کی غلطیوں، تضاد بیانیوں اور دلچسپ خامیوں کی نشاندہی فرمائی ہے۔ کتاب چھپنے کے بعد قدر و منزلت کی نگاہوں سے دیکھی گئی اور اہل علم کے حلقوں میں مقبول ہوئی، مولانا علی میاں صاحب نے اگلے ایڈیشن میں ان غلطیوں کو نکال تو دیا لیکن یہ ظاہر نہ ہونے دیا کہ مولانا زین العابدین صاحب اعظمی نے ان غلطیوں کی نشاندہی فرمائی ہے۔ اور نہ ہی ان کی طرف سے کوئی شکریہ کا خط موصول ہوا۔

جس زمانے میں یہ کتاب چھپی میں مدرسہ ریاض العلوم گورینی ضلع جونپور میں حفظ کا طالب علم تھا، اتفاقاً ایک عظیم علمی شخصیت سے ملاقات ہوگئی، سلام دعا کے بعد معلوم ہوا کہ یہ شخصیت مولانا محمد یونس صاحب جونپوری مدظلہ العالی شیخ الحدیث جامعہ مظاہر علوم سہارنپور کی ہے۔ ان کے ساتھ مفتی کفایت اللہ صاحب گجراتی خلیفہ حضرت شیخ بھی تھے۔ تعارف کے بعد وہ مجھے پہچان گئے، باتوں باتوں میں والد صاحب کا ذکر نکل آیا۔ شیخ الحدیث صاحب نے کہا کہ اپنے والد صاحب سے میرا سلام کہنا اور یہ کہنا کہ ''المرتضیٰ'' پر ان کی تنقید حرف بہ حرف صحیح ہے، لیکن بڑوں کے اوپر اس طرح اعتراض کرنا مناسب نہیں۔ جب میں والد صاحب کی خدمت میں پہنچا اور میں نے حضرت شیخ کی یہ بات نقل کی تو والد صاحب نے کہا کہ انہوں نے بالکل صحیح کہا، علی میاں کو بھی حضرت امیر معاویہؓ پر اعتراض نہیں کرنا چاہئے تھا، کیونکہ وہ علی میاں سے بہت بڑے تھے، صحابہ کرام کی عصمت کے بارے میں والد صاحب کی غیرت کچھ ایسی ہی تھی۔

دوسری تنقید کے اندر حدیث افک پر مولانا شبیر احمد ازہر میرٹھی کے اعتراضات کا تفصیلی جواب قرآن وسنت اور آثار صحابہ کی روشنی میں دیا گیا ہے، حدیث افک سے متعلق روایات پر بعض لوگ طرح طرح کا حکم لگاتے ہیں، بعض لوگوں

نے تو تعارض دکھلا کر سرے سے انکار ہی کرنے کی کوشش کی ہے، شاید سعودی عرب میں بھی یہ وبا پھیلی ہوئی ہے، میں نے خود بعض فضلاء مدینہ یونیورسٹی کو اس سلسلہ میں شکوک وشبہات میں مبتلا دیکھا ہے، دانشوران عالم کو اسلامی سزائیں، وحشیانہ نظر آتی ہیں، ایک مشہور ادارے کے عالم نے تو جدید تحقیقات کے نام پر رجم والی سزا کا انکار ہی کردیا ہے ان کا خیال ہے کہ اسلامی سزائیں صرف عادی مجرموں کے لئے ہیں، اس طرح لوگ امت مسلمہ کو طرح طرح کے فتنوں سے دوچار اور شکوک وشبہات میں مبتلا کردیتے ہیں، قصہ مختصر والد صاحب نے مولانا شبیر احمد ازہر میرٹھی کے اعتراضات اور دلائل کے تار وپود بکھیر کر رکھ دیئے۔ اولاً میرا خیال تھا کہ میرٹھی صاحب سے اتفاقاً ایسی غلطی سرزد ہوگئی ہے، لیکن بعد میں معلوم ہوا کہ حدیث دجال کے سلسلہ میں بھی مولانا طرح طرح کے شبہات میں مبتلا ہیں، اور تشکیکی نظریہ رکھتے ہیں، مفتی شعیب اللہ خان صاحب کی ایک تحریر سے میرے اس خیال کو مزید تقویت ملتی ہے (دیکھئے حدیث نبوی اور عصر حاضر کے فتنے ص:۲۱)

تیسری تنقید جو ’’حیات امام اعظم ابوحنیفہ‘‘ مصنفہ مفتی عزیز الرحمٰن بجنوری پر ہے، اس میں اغلاط رجال کی والد صاحب نے تصحیح فرمائی ہے، اسے مصنف نے کشادہ قلبی کے ساتھ قبول کرلیا تھا جیسا کہ اہل عمل کی شان ہوتی ہے، اسی طرح ایک بار کا واقعہ ہے، مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی رحمۃ اللہ علیہ کو بھی والد صاحب نے ان کی ایک فروگزاشت پر تنبیہ فرمائی تھی، جسے مولانا نے بشاشت قلبی کے ساتھ قبول کرلیا تھا، اور والد صاحب کے پاس لکھا کہ تمہاری گرفت درست ہے۔

تبصرہ بر مآثر امام اعظم، مصنفہ حکیم عزیز الرحمٰن صاحب مئوی جو مولانا ڈاکٹر سعید الرحمٰن اعظمی مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء مدیر البعث الاسلامی کے بڑے بھائی ہیں، ان کی کتاب پر والد صاحب نے ایک تفصیلی نقد کیا تھا، انہوں نے اس تنقید کو سر آنکھوں پر رکھا اور شکریہ کا خط بھی لکھا، خط کا مضمون نہایت نیاز مندانہ ہے۔ حکیم صاحب علیہ الرحمہ والد صاحب کے بڑے مداح اور قدرداں تھے۔

(۸) **التعلیقات السنیہ علی شرح العقائد النسفیہ**: یہ کتاب شرح عقائد نسفی کی عربی شرح ہے، جو درا صل نبراس رمضان آفندی اور شرح عقائد خیالی اور دوسری عربی شروحات کا اختصار ہے، اس کی ایک خاص بات یہ ہے کہ والد صاحب نے جو بات جہاں سے نقل کی ہے اس کا حوالہ دے دیا ہے، اور علمی دیانت ملحوظ رکھی ہے، اور اگر اپنی طرف سے کوئی بات لکھی ہے تو نیچے اپنا نام یا رمز ’’زین‘‘ لکھ دیا ہے، تاکہ قاری کو کسی طرح کا التباس نہ ہو، والد صاحب کا شرح عقائد اور نخبۃ الفکر پڑھانے کا انداز یہ ہوتا تھا کہ پہلے ان دونوں کتابوں کا متن زبانی یاد کرا دیا کرتے تھے۔

(۹) دلائل الامور السنۃ ویلیہا دلائل الحمیہ: تبلیغی جماعت میں وقت لگانے کے دوران یہ احساس ہوتا رہا کہ صحیح احادیث کا ایک ایسا مجموعہ تیار کیا جانا چاہئے جس سے تبلیغی بھائی، استفادہ کرسکیں، اوراس پرضعیف اور کمزور روایات کا اعتراض بھی وارد نہ ہو۔ چنانچہ تبلیغی چھ نمبر کواس کتاب میں صحیح احادیث کی شکل میں جمع کردیا گیا ہے، یہ کتاب اہل عرب کے حلقوں میں بھی بہت مقبول ہے، کئی ایک کتب خانے اسے برابر شائع کرتے رہتے ہیں اور عرب ملکوں میں بھی دستیاب ہے۔

(۱۰) تحقیق وتعلیق علی کتاب المغنی فی ضبط الاسماء لرواۃ الانباء: علامہ طاہر پٹنی کی شاہکار تصنیف ہے، صحاح ستہ اور دیگر کتابوں کے اسماء رواۃ کا اس میں ضبط کیا گیا ہے، پہلے محدثین کرام کے پاس اس کا قلمی نسخہ ہوا کرتا تھا، لوگ اس سے استفادہ کیا کرتے تھے، پھر جب چھاپہ خانوں کی ایجاد ہوئی تو مختلف مطابع نے اسے شائع کیا۔ مطابع کے اختلاف کے ساتھ اغلاط کا بھی اضافہ ہوتا چلا گیا، لہٰذا والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے پہلے مطبوعہ اور غیر مطبوعہ نسخوں کو سامنے رکھ کر اغلاط کی تصحیح فرمائی، پھراس پر قیمتی حواشی اور مفید تعلیقات کا اضافہ فرمادیا۔ حضرت مولانا رحمت اللہ صاحب کشمیری خلیفہ حضرت مولانا مفتی محمود الحسن گنگوہی کے ایماء پر یہ کام شروع ہوا تھا، مکمل ہونے کے بعد پہلے پہل انہیں کی کوشش اور معاونت سے شائع ہوا، کتاب ہاتھوں ہاتھ لی گئی، پہلا ایڈیشن ختم ہونے کے بعد دوسرا انڈیشن میں طبع ہوگیا ہے، پہلے ایڈیشن میں جو غلطیاں تھیں اسے دوسرے ایڈیشن میں درست کردیا گیا ہے۔

(۱۱) تحقیق و تعلیق علی رسالۃ الاوائل لمحمد سعید سنبل: محمد سعید سنبل ابوطاہر مدنی کردی کے شاگرد ہیں، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے ساتھ حرمین شریفین تعلیم حاصل کرنے گئے تھے، انہوں نے ۴۳ کتابوں کی ''اول حدیث'' کوایک رسالہ میں جمع کردیا ہے، سال کے آخر میں مدارس میں رسالۃ الاوائل یا مسلسلات پڑھا کر اجازت حدیث دی جاتی ہے، والد صاحب نے کچھ تحقیق وتعلیق اوراحادیث کی کچھ مختصر تشریح کرکے اس رسالہ کوطبع کرادیا ہے۔

(۱۲) من یعتمد قولہ فی الجرح والتعدیل: امام ذہبی کی اس کتاب پر والد صاحب نے وفیات کا اضافہ کیا ہے، اس میں ۱۵ے پندرہ محدثین کرام کا تذکرہ ہے، جن کی جرح وتعدیل پر علماء امت متفق ہیں۔

(۱۳) اعلام المحدثین: اس کتاب میں کم وبیش ہر زمانے کے اہم محدثین کا اجمالی تذکرہ ہے۔

(۱۴) نخب من اسماء رجال الصحاح: صحاح ستہ میں جو مبہم یا مجمل اسماء محدثین ہیں ان کا مختصر ترجمہ ہے، یہ تینوں رسائل ایک ساتھ ایک ہی جلد میں شائع ہوئے ہیں۔ اور دستیاب ہیں۔

(۱۵) عدد احادیث جامع الترمذی مع حکم الترمذی علیہا من حسن، صحیح، حسن صحیح وغیر ہا:
اس کتاب میں ترمذی شریف کی احادیث کو شمار کیا گیا ہے اور امام ترمذیؒ نے جتنی حدیثوں پر صحیح، حسن صحیح، حسن، منکر، غریب وغیرہ کا جو حکم لگایا ہے اسے بھی الگ الگ شمار کر دیا گیا ہے، اور یہ مسند روایات کن کن صحابہ کرام سے مروی ہیں، اسماء گرامی بھی قلمبند فرما دیئے ہیں، کتاب تو ابھی تک نہ چھپ سکی البتہ اس کا ایک نقشہ والد صاحب نے تیار کرایا تھا بہت سارے اہل علم نے اس سے فائدہ اٹھایا ہے۔
برادر محترم مولانا عبداللہ معروفی صاحب نے بھی اپنی کتاب ''حسن صحیح'' میں اسے بطور نقش اول سامنے رکھ کر استفادہ کیا ہے، اور تخصص فی الحدیث کے طلبہ کے پاس بھی اس کا چارٹ موجود رہتا ہے۔ مطبوعہ کتابوں کا تعارف مکمل ہوا۔

کچھ ادھورے کام: ذیل کی سطور میں کچھ ایسے تصنیفی کاموں کا ذکر کیا جاتا ہے جو ادھورے رہ گئے یا مکمل تو ہوئے لیکن زمانے کی دست برد سے محفوظ نہ رہ سکے، البتہ کچھ کام ایسے ہیں جن کے مسودے محفوظ ہیں۔

(۱) انجمن حمایت اسلام لاہور والی پہلی و دوسری کتاب کا بہ زبان فارسی ترجمہ: والد صاحب کے استاذ محترم مولانا شبلی صاحب شیدؔا خیر آبادی طلبہ سے انجمن حمایت اسلام لاہور والی پہلی اور دوسری کتاب کا ترجمہ بزبان فارسی کرایا کرتے تھے، والد صاحب نے بھی دونوں کتابوں کا فارسی ترجمہ کیا تھا، لیکن ان کی حفاظت کی طرف کوئی خاص توجہ نہ ہو سکی، وہ دونوں کاپیاں ضائع ہو گئیں۔

(۲) شرح تہذیب المنطق: والد صاحب اور مولانا محمد یونس معروفی اپنے استاذ محترم مولانا عبدالستار صاحب معروفی کے درسی افادات بعد نماز عصر اپنی یادداشتوں سے مذاکرہ وتکرار کے بعد محفوظ کر لیا کرتے تھے اس طرح پوری تہذیب المنطق کی شرح تیار ہو گئی تھی، یہ بھی ضائع ہو گئی۔

(۳) شرح مقدمہ جزریہ: والد صاحب نے مقدمہ جزریہ اپنے ہاتھ سے لکھ کر پڑھی تھی، اس زمانے میں یہ کتاب عام طور سے دور افتادہ علاقوں میں دستیاب نہ تھی، ساتھ ساتھ اس کا مختصر ترجمہ وتشریح بھی لکھ لیا کرتے تھے، دیوبند طالب علمی کے زمانے میں ضائع ہو گئی۔

(۴) پانچ نمازوں میں دوسرّی اور تین جہری کیوں ہیں؟ دیوبند طالب علمی کے زمانے میں ایک استفتاء کے جواب میں یہ رسالہ تحریر فرمایا تھا جو آٹھ صفحات پر مشتمل اور مولانا قاسم نانوتوی کی تالیفات ''اسرار قرآنی'' اور ''انتباہ المومنین'' سے ماخوذ تھا، ضائع ہو گیا۔

(۵) **ترتیب القاموس المحیط**: علامہ فیروز آبادی کا شاہکار لغت جو صرف مادوں کی الٹی ترتیب کی وجہ سے علماء کے تساہل کا شکار ہے اس کو المنجد کے طرز پر ترتیب دینا شروع کیا تھا اور باب الھمزہ مکمل ہو گیا تھا، ان کے استاذ محترم مولانا اشتیاق احمد صاحب نے جب اسے دیکھا تو کہا کہ ابتدائی عمر میں اتنا لمبا کام چھیڑنا مناسب نہیں جو پوری زندگی کو محیط ہو جائے اس طرح یہ علمی کام رُک گیا۔ جو کچھ کام ہو چکا تھا وہ بھی زمانے کی دست برد سے محفوظ نہ رہ سکا، بعد میں چند علماء کی مشترکہ محنت سے یہ کام وجود میں آیا اور اسے ترتیب القاموس المحیط کے نام سے قبول عام حاصل ہوا۔

(۶) **ترجمہ وتشریح قصائد عمرو بن الفارض**: یہ رسالہ آسام مدرسہ بورڈ کے فاضل کے نصاب میں داخل تھا، مشکل غریب الفاظ، نادر تشبیہات، لفظی صنعتیں اور دقیق مضامین تصوف کی وجہ سے یہ کتاب گنجینہ معارف تھی، مولانا ایوب ضمیر صاحب بارہ بنکوی کے کہنے پر اس کا ترجمہ وتشریح کر کے والد صاحب نے اہل مدرسہ کے حوالہ کر دیا تھا، اب حال معلوم نہیں کہ محفوظ ہے یا ضائع ہو گیا۔

(۷) **ترجمہ نہج البلاغت**: مدرسۃ الاصلاح سرائے میر میں کسی طالب علم کی فرمائش پر بعض خطبات کا ترجمہ کیا تھا نہ جانے وہاں پر محفوظ ہے یا نہیں۔

(۸) **تخریج ''تقویم فی أحادیث النبی الکریم''**، مصنفہ مولانا سخاوت علی جونپوری: والد صاحب نے اس کی تخریج کا کام شروع کیا تھا اور تقریباً ایک چوتھائی کام مکمل ہو چکا تھا، ایک مرتبہ سفر میں اٹیچی گم ہو گئی اور یہ علمی کام بھی ضائع ہو گیا، والد صاحب کی شدید خواہش تھی کہ اسے ہمارے عربی مدارس کے درجہ عربی سوم یا چہارم میں داخل نصاب کر دیا جائے تاکہ طلبہ کے سامنے احناف کے مستدلات شروع ہی سے رہیں۔ مسودہ ضائع ہونے کے بعد والد صاحب دوبارہ اس کام کے لئے کمربستہ ہوئے اور تخصص کے طلبہ سے یہ کام کرایا، انشاء اللہ جلد ہی یہ اہم علمی کام زیور طبع سے آراستہ ہو کر منصۂ شہود پر آئے گا۔

(۹) **امام بخاریؒ کے قال بعض الناس کی حقیقت**: امام بخاریؒ نے ۲۵ر مقامات پر احناف کو تنقید کا نشانہ بنایا ہے، بعض لوگوں کا خیال ہے کہ احناف کے ساتھ دوسرے اہل علم کو بھی یہ تنقیدات شامل ہیں، علامہ عینی کی عمدۃ القاری، مولانا احمد علی محدث سہارنپوری کا رسالہ، غیر مقلد عالم مولانا شمس الحق عظیم آبادی مرحوم، اور عزیز سلفی کی تحقیق کو سامنے رکھ کر اس کا جواب لکھا گیا ہے لیکن ابھی پانچ قال بعض الناس تک ہی والد صاحب پہنچے تھے کہ میری والدہ مرحومہ کی اس دار فانی سے رحلت اور کچھ دیگر عوارض اور

علمی مشغولیات کی وجہ سے یہ کام ادھورا رہ گیا، والد صاحب مرض الوفات میں اسے پورا کرنا چاہتے تھے، مسودہ بیماری میں یہاں وہاں منتقل ہوتا رہا، علالت کی شدت نے اس کی مہلت نہ دی، البتہ والد صاحب نے مولانا رضوان الرحمٰن صاحب معروفی استاذ فقہ وحدیث جامعہ اسلامیہ بنارس کو مکلّف بنایا کہ وہ اس کام کو پورا کریں، مولانا نے کہا حضرت آپ دعا فرما دیجئے، میرے لیے یہ کام باعث سعادت ہے، خدا کرے کہ جلد یہ کام پایۂ تکمیل تک پہنچ کر شائقین علم کے ذوق مطالعہ کی تسکین کا سامان فراہم کرے، قال بعض الناس کا مسودہ اور کچھ معاون کتب ان کے حوالہ کردی گئی ہیں۔

(۱۰) **اپنی باتیں**: والد صاحب کی زندگی کی مکمل خودنوشت سوانح حیات ہے۔ ابتداء اسے ۱۳۹۴ھ کے ایام علالت میں تحریر فرمایا تھا پھر برسہا برس تک اس کام کی طرف توجہ نہ ہوسکی، البتہ ۱۴۳۳ھ میں دوبارہ جب علالت شروع ہوئی تو میں نےپھر اس کام کی طرف توجہ دلائی، یہ کام مرض الوفات میں مکمل ہوگیا، اس کتاب میں کل دس ابواب ہیں، جو تعلیمی زندگی سے شروع ہوکر تدریس، تبلیغ، تصنیف، معاصر علماء، اساتذہ اور تلامذہ کے اردگرد گھومتے ہیں، خودنوشت مختصر ہے لیکن قابل مطالعہ ایک عہد کا تذکرہ ہے۔

(۱۱) **جمع الفوائد کی تخریج**: والد صاحب کے مطالعہ میں جمع الفوائد کا مکتبہ رحیمیہ والا نسخہ ہوا کرتا تھا، جمع الفوائد اول اور کبھی ثانی زیر درس رہا کرتی تھی، تخصص سال اول اور سال دوم کے طلبہ سے اس کی تخریج کا کام کرایا کرتے تھے، حافظہ انتہائی مضبوط تھا، تمام ذخیرہ احادیث پر عمیق نگاہ تھی، جب طلبہ کسی حدیث کو تلاش نہ کرپاتے والد صاحب چند منٹوں میں اسے تلاش کردیا کرتے تھے، بسا اوقات بقید صفحات بتلادیا کرتے تھے جہاں انگلی رکھ دیتے ایک آدھ سطر آگے پیچھے حدیث ضرور مل جایا کرتی تھی، اس کے علاوہ اس کتاب یا احادیث کی دیگر کتب میں یہ حدیث کہاں کہاں ہے، خوب استحضار تھا، پڑھاتے وقت بھی تمام جگہوں کو کھول کھول کر دکھلاتے، جس کی وجہ سے تعدد طرق اور اختلاف متون سامنے آجانے پر بعض تعارض اور اعتراضات خودبخود درفع ہوجایا کرتے تھے، متون اور اسناد حدیث کا اختلاف سب کے سامنے رہتا۔

حضرت علیہ الرحمہ نے ڈھائی تین برس پہلے مجھ سے فرمایا کہ میری جمع الفوائد کی جلد توڑ کر ہر دو صفحہ کے درمیان ایک سادہ صفحہ لگوادو، میں ان سادہ صفحات پر حدیث کی تخریج کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے عرض کیا کہ غیر مسلم بائنڈر سے یہ کام کروانا مناسب نہیں، کہیں کتاب کے کچھ صفحات غائب کردیں، یا ضرورت سے زیادہ تاخیر کردیں، تو آپ پریشانی میں مبتلا ہوجائیں گے، چنانچہ مولانا ارشاد احمد معروفی نے بڑی ذمہ

داری کے ساتھ اس کی جلد سازی کردی اور ہر دوصفحہ کے بیچ ایک سادہ صفحہ لگادیا۔ اب حضرت والا نے تدریس کے ساتھ اس کی تخریج کا کام بھی شروع کیا اور ڈیڑھ دو سال میں تقریباً یہ کام مکمل ہوگیا، والد صاحب نے روایتی انداز تخریج اختیار کیا وہ کمپیوٹر کی مدد سے تخریج کے قائل نہ تھے، بلکہ علمی اور تحقیقی کام کے لیے اسے بڑا عیب اور خسارہ گردانتے تھے، اور فرمایا کرتے تھے کہ اس سے علم نہیں آتا بلکہ فن آتا ہے۔ اور اس وقت ضرورت رسوخ فی العلم کی ہے، کمپیوٹر کی ہارڈ سک کے بجائے دل ودماغ کے نہاخانوں میں علوم کو محفوظ کرنے کی ضرورت ہے، چنانچہ دیکھا گیا ہے کہ کمپیوٹر پر تخریج کرنے والوں کو اگر اسی کتاب میں حدیث تلاش کرنا پڑے تو بغلیں جھانکنے لگتے ہیں۔

والد صاحب کی زیر نگرانی جو علمی کام انجام پائے:

(۱) جمع الفوائد کی احادیث کی تخریج: اس کتاب کا پورا نام جمع الفوائد من جامع الاصول ومجمع الزوائد ہے، مکررات اور سند کو حذف کرکے یہ حدیث کی چودہ کتابوں کا مجموعہ گویا دریا بہ کوزہ ہے۔ مولانا محمد معاویہ سعدی اور مولانا محمد طارق سہارنپوری مدظلہما کی مشترکہ کوشش سے طلبہ تخصص فی الحدیث کا یہ کام تعدیل وتحقیق اور تحشیہ کے بعد سامنے آیا۔ جیسا کہ ذکر کیا جاچکا ہے کہ ہر سال طلبہ تخریج کا کام کیا کرتے تھے، ان تمام کو سامنے رکھ کر جن طلبہ کا کام معیاری تھا اسے ان دونوں حضرات نے سامنے رکھ کر از سر نو تخریج کا کام کیا، جہاں تعلیقات کی ضرورت محسوس ہوئی مفید تعلیقات کا اضافہ کیا، الحمد للہ یہ کام آٹھ جلدوں میں مکمل ہوکر شیخ محمد عوامہ کے قیمتی پیش لفظ کے ساتھ طبع ہوچکا ہے، شائقین علم اس کی طرف توجہ فرمائیں۔

(۲) مجموعہ مقالات فی علم الحدیث: طلبہ تخصص فی الحدیث کے مقالہ جات کو مولانا خالد سعید مبارکپوری نے والد صاحب کی زیر نگرانی قابل اشاعت بنادیا تھا اسے حضرت مولانا سید محمد سلمان صاحب ناظم اعلی مظاہر علوم وحضرت مولانا سید محمد شاہد صاحب سکریٹری جامعہ مظاہر علوم نے جامعہ مظاہر علوم کے شعبۂ نشر واشاعت سے شائع کرادیا ہے، معلوم ہونا چاہئے کہ تخصص سال دوم کے طلبہ کو کسی اہم علمی موضوع پر بزبان عربی مبسوط مقالہ لکھنا ہوتا ہے۔ تب جاکر انہیں سند فراغ (تخصص فی الحدیث کی سند) ملتی ہے۔

(۲) مجموعہ مقالات فی علم الحدیث جلد اول: اس کتاب کے اندر کل تین مقالات ہیں۔

پہلا مقالہ مولانا امان اللہ ابن عبد الرشید سری لنکاوی کا ہے جس کا عنوان ’’ظاهرة تحكيم العقل

فی قبول الحدیث وردہ ''ہے، مقالہ نگار نے اس میں فتنہ انکار حدیث کی سرکوبی کے لیے قلم اٹھایا ہے، جولوگ حدیث کے ردوقبول میں صرف عقل کو معیار اور کسوٹی سمجھتے ہیں، پرزوردلائل سے انکار رد کیا گیا ہے۔

دوسرا مقالہ مولانا خالد سعید مبارکپوری استاذ تخصص فی الحدیث کی طالب علمی کے زمانے کا ہے اس کا عنوان ''اصول نقد متون السنة عند الحنفية '' ہے اس میں مقالہ نگار نے حدیث کے ردوقبول میں احناف کے اصول اور ان کے معیار کو سامنے رکھا ہے۔ اور جو لوگ احناف پر حدیث کے مقابلہ میں قیاس کو ترجیح دینے کا الزام لگاتے ہیں ان کا دلائل سے رد کیا ہے، اور یہ بتلایا ہے کہ احناف کے یہاں ردوقبول کے کچھ اصول ہیں انہیں کے مطابق وہ احادیث کو پرکھتے ہیں اور تعارض کی صورت میں وہ ایسی راہ اعتدال اختیار کرتے ہیں جس میں دونوں حدیثوں پرعمل ہوجائے، بصورت دیگر الگ الگ محمل متعین کرتے ہیں۔

تیسرا مقالہ:''دراسة الاحاديث المنكرة من جامع الترمذی و مجتبی النسائی'' اسے مولانا محمد رضوان گجراتی نے قلم بند کیا ہے۔ ترمذی اور نسائی شریف میں احادیث منکرہ پر پہلے اصولی گفتگو کی گئی ہے پھر مذکورہ دونوں کتابوں کی جن احادیث پر ان کے مؤلفین نے منکر کا حکم لگایا ہے ان کا تفصیلی دراسہ کیا ہے۔

(۳) مجموعہ مقالات فی علم الحدیث جلد ثانی: اس مجموعہ میں کل تین مقالات ہیں،

پہلا مقالہ مولوی عابد الرحمٰن حیدرآبادی کا ہے جس کا عنوان ''مقائیس النقدعند المحدثین'' ہے محدثین کے نزدیک اصول جرح وتعدیل کیا ہیں، کس کی جرح کا اعتبار ہے کس کا نہیں؟ پر تفصیلی بحث ہے۔

دوسرا مقالہ: مولانا محمد حسین بردوانی نے بعنوان ''العمل بالحديث الضعيف ''تحریر فرمایا ہے، محدثین کے نزدیک ضعیف احادیث بالکلیہ مردود نہیں ہیں، بلکہ بعض مواقع پر وہ قابل قبول ہوتی ہیں، اس پر تفصیلی بحث کی گئی ہے۔

تیسرا مقالہ: مولانا محمد خبیب کا سنگھجی کا بعنوان ' زيادات جامع الترمذی وسنن ابی داؤد على النسخ المطبوعة فی الهند ' ہے۔ جامع ترمذی اور سنن ابی داؤد کے ہندوستانی نسخوں میں بعض احادیث موجود نہیں ہیں، جو غیر ملکی نسخوں میں موجود ہیں، والد صاحب نے اسے تلاش کروا کر جمع کرادیا ہے، وہ کل ۴۵، احادیث ہیں، جو ہندوستانی نسخوں میں نہیں ہیں، ایک زمانے سے ہندوستان میں حدیث پڑھی پڑھائی جاتی ہے لیکن عامۃً علماء کا ذہن اس کی طرف منتقل نہیں ہوا تھا۔

(۴) مجموعہ مقالات فی علم الحدیث جلد ثالث ''تخريج و دراسة باب المبهمات من تقريب التهذيب'' کے عنوان سے جلد ثالث مقالہ کی شکل میں موجود ہے، اسے مولانا محمد جریر مدراسی نے تحریر کیا ہے، والد صاحب ہر سال تخصص کے طلبہ سے تقریب التہذیب کے مبہم اسماء کی تخریج اور تعیین کرایا کرتے تھے پھر انہیں طلبہ میں سے مولوی جریر مدارسی کے کام کو نظر ثانی واضافہ کے بعد طبع کرا دیا ہے۔

(۵) مجموعہ مقالات فی علم الحدیث جلد رابع: مولانا محمد شاکر عمیر معروفی کا یہ مقالہ حضرت شیخ زکریا علیہ الرحمہ کی حیات اور ان کی خدمات حدیث پر مشتمل ہے جس کا عنوان ''شيخ الحديث محمد زكريا الكاندهلوي حياته وخدماته في علم الحديث'' اسے مولانا سید محمد شاہد صاحب مدظلہ العالی (جو حضرت شیخ کی خدمات پر اتھارٹی کا درجہ رکھتے ہیں) کی معاونت سے تحریر کیا گیا ہے

کل چار جلدیں طبع ہو چکی ہیں، اس میں آٹھ مقالات شامل ہیں، والد صاحب کی زیر نگرانی، اور مولانا خالد سعید کی معاونت سے یہ علمی کام منصۂ شہود پر آ سکا۔ اللہ تعالیٰ قبولیت سے نوازے، آمین۔

اس کے علاوہ اور بھی مقالات ہیں، جو ابھی طبع نہیں ہو سکے ہیں۔ امید کی جاتی ہے کہ عنقریب طباعت کی منزلوں سے گذر کر اہل علم کے سامنے آئیں گے، ان سب کی مجموعی تعداد تیس سے متجاوز ہے۔

کچھ انفرادی کام

الطیب الذکی: ترجمہ وتشریح الکوکب الدری: حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے درسی افادات جسے حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب نے بزبان عربی قلم بند کیا تھا مختصر عبارت اور جامع نوٹ ہونے کی وجہ سے قابل تشریح وتوضیح تھا، مولانا عبد الغفار صاحب بستوی شیخ الحدیث مدرسہ امینیہ دہلی نے اس کام کی تعدیل وتخریج حضرت مولانا اعظمیؒ اور مولانا سعید احمد صاحب پالنپوری کے زیر نگرانی شروع کیا۔ اخیر کی چند حدیثوں کو چھوڑ کر یہ کام مکمل ہو چکا ہے۔ کل چار جلدیں چھپ چکی ہیں، پانچویں جلد طباعت کے مرحلہ میں ہے، جس میں کتاب التفسیر تک کام ہو چکا ہے، تین جلدوں کا ترجمہ وتشریح مولانا عبد الغفار صاحب نے کی ہے، البتہ والد صاحب نے سیکڑوں مشکل عبارات کا ترجمہ کرایا ہے، جلد رابع اور جلد خامس کا ترجمہ اور تشریح والد صاحب کے قلم سے ہے، اور تمام جلدوں میں رواۃ حدیث پر گفتگو تو حضرت والد صاحب علیہ الرحمہ کی ہی ہے، جلد چہارم کے اخیر میں جو علل الحدیث للترمذی کی تشریح ہے وہ تمام کی تمام والد صاحب نے املا کرایا ہے، اور اسے اخیر عمر میں والد صاحب اسے اپنے ساتھ رکھا کرتے تھے۔

حیات ابن مریم ترجمہ عقیدۃ الاسلام مصنفہ علامہ انور شاہ کشمیری: معہد انور دیوبند میں مولانا صغیر احمد پرتا پگڈھی کے تقرر کے بعد ذمہ داران جامعہ نے (خصوصاً انظر شاہ کشمیری) نے انہیں عقیدۃ الاسلام کی تشریح وترجمانی کا مکلّف بنایا اور خواہش ظاہر کی کہ مولانا زین العابدین صاحب اعظمی کی زیرنگرانی یہ کام انجام پائے، چنانچہ کئی برس کی محنت شاقہ کے بعد حیات ابن مریم کے نام سے تشریح وترجمانی سامنے آئی، پیچیدہ مسائل کی علمی گتھیوں کو سلجھانے میں اور مشکل عبارات کی اردو میں ترجمانی کے لیے قدم قدم پر والد صاحب نے رہنمائی فرمائی، علامہ انور شاہ صاحب دریا بہ کوزہ کے قائل تھے، ان کی کتابوں کو دیکھ کر جلالت علمی کا اندازہ ہوتا ہے۔ بہر حال کام مکمل ہوا۔ اور مکمل نگرانی اور نظر ثانی کے بعد منظر عام پر آیا۔

حضرت مولانا انظر شاہ والد صاحب کے رفیق درس تھے، اور علم وفضل کا ہمیشہ اعتراف کیا کرتے تھے۔

تخریج احادیث المبسوط للسرخسی: فقہ حنفی کی شاہ کار کتاب ہے، غالباً ۲۰۰۱ء میں والد صاحب اور مفتی عبداللہ معروفی صاحب نے مشورہ کر کے یہ طے کیا کہ تخصص کے طلبہ سے اس کی تخریج کرادی جائے، تاکہ اس کی علمی حیثیت میں مزید اضافہ ہوجائے چنانچہ طلبۂ تخصص (مولانا عبدالعظیم بلیاوی، مولانا محمد معاویہ سعدی گورکھپوری، مولانا محمد خالد سعید مبارکپوری وغیرہ) کے ذریعہ یہ کام شروع ہوا، بعد میں شعبہ تخصص فی الحدیث کے استاذ مولانا عبدالعظیم صاحب کی زیرنگرانی اس کی احادیث کی تخریج مکمل ہوچکی ہے، اگر ان تخریجات کے ساتھ کتاب شائع ہوجائے تو ایک مفید علمی کام لوگوں کے سامنے آئے گا۔

بیعت وارشاد:

والد صاحب نے ربیع الاول ۱۳۷۳ھ مطابق نومبر ۱۹۵۳ء میں سب سے پہلے شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی علیہ الرحمۃ سے اصلاحی تعلق قائم کیا، حضرت نے جو کچھ ذکر اذکار بتلائے ناغہ کے ساتھ چلتا رہا، یہاں تک کہ ۱۳۷۷ھ مطابق ۱۹۵۷ء میں حضرت مدنی علیہ الرحمۃ کا انتقال ہوگیا، اس کے بعد والد صاحب حضرت مولانا عبدالباطن جونپوری، قاری اصغر علی کرت پوری، (خلیفہ حضرت مدنی) اور حضرت مولانا اسماعیل سنبھلی وغیرہ کی خدمت میں حاضر ہوئے مگر قلبی رجحان کسی کی طرف نہ ہوسکا، بالآخر قلبی رجحان برکۃ العصر حضرت شیخ زکریا علیہ الرحمۃ کی طرف ہوگیا، مراسلت کے بعد ۱۶ر شعبان ۱۳۷۹ھ مطابق ۱۴ر فروری ۱۹۶۰ء کو حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے، حضرت شیخ زکریا علیہ الرحمۃ نے والد صاحب کو بیعت نہیں فرمایا بلکہ یہ کہا کہ حضرت شیخ مدنی علیہ الرحمۃ کی بیعت کافی ہے، البتہ راہِ سلوک میں

جو دشواری پیش آئے میں اس میں رہنمائی کے لئے تیار ہوں، ۱۳۹۸ھ تک برابر باریابی ہوتی رہی، پھر ۱۳۹۹ھ ۱۴۰۰ھ ۱۴۰۱ھ مطابق ۱۹۷۹ء ۱۹۸۰ء-۱۹۸۱ء تک حالات کی ناسازگاری کی وجہ سے حاضر خدمت نہ ہو سکے، ۱۴۰۲ھ مطابق ۱۹۸۲ء میں شیخ زکریا علیہ الرحمہ رحلت فرما گئے۔

۱۴۰۶ھ مطابق ۱۹۸۶ء میں جب حالات سازگار ہوئے تو اپنے استاذ محترم حضرت مولانا عبدالجبار اعظمی معروفی علیہ الرحمہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ حضرت شیخ کے اجل خلفاء میں تھے، اور جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مرادآباد میں شیخ الحدیث تھے، ابھی چند ہی دن گذرے تھے کہ ایک روز بعد نماز ظہر حاضرین کی موجودگی میں بیعت کرنے کی اجازت اور خلافت سے سرفراز فرمایا، پھر ایک دور مضان حضرت شیخ عبدالجبار صاحب کی خدمت میں گذارا، اُن کے انتقال کے بعد گجرات کے متوسلین ومعتقدین نے والد صاحب کو کنتھاریہ گجرات میں آکر حضرت شیخ عبدالجبار صاحب کی خانقاہ سنبھالنے کی دعوت دی، مگر والد صاحب اپنے گھریلو ناسازگار احوال کی وجہ سے نہ جاسکے، تو ہمارے پڑوس ہی کے ایک گاؤں ''کاری ساتھ'' کے ایک شیخ طریقت حضرت مولانا قمرالزماں صاحب مدظلہ العالی کو خانقاہ قائم رکھنے کے لئے بلایا گیا، جو اس وقت کریلی (الہ آباد) میں مستقل قیام رکھتے ہیں، کئی مدارس کے ذمہ دار ہیں اور گجرات میں خانقاہ چلاتے ہیں، اُن کے دم سے آج تک شیخ عبدالجبار صاحب کی یہ خانقاہ قائم ہے۔

بعض گھریلو اعذار کے علاوہ والد صاحب علیہ الرحمہ کے ذہن میں ایک بات یہ بھی تھی اپنے علاقہ میں ہی اور خاص اپنے گاؤں میں ذکر وفکر کا حلقہ قائم کرنا ہے، ۱۴۱۳ھ مطابق ۱۹۹۳ء میں ابتداءً گھر کے برابر ایک مسجد بنام ربانی مسجد تعمیر کرائی اور وہاں پر خانقاہ کا نظام قائم کیا، تب سے آج تک برابر ذکر کا حلقہ قائم ہے، رمضان لمبارک کے اخیر عشرہ میں بہت سارے لوگ معتکف ہوتے ہیں اور ہر عشرے میں ایک ختم قرآن کریم کرنے کا نظام چل رہا ہے، ابھی انتقال سے چند روز قبل ربانی خانقاہ کی تعمیر کا کام بھی شروع کرادیا تھا، والد صاحب کی تمام کتابیں اسی خانقاہ پر وقف ہیں، زندگی ہی میں اس کی ایک شوریٰ بنادی تھی اور اس خانقاہ کے اندر تخصص فی الحدیث، تخصص فی الفقہ اور تخصص فی علوم القرآن قائم کرنے کی وصیت بھی فرمادی تھی، دوجید الاستعداد اساتذہ کرام (مولانا محمد ارشد اعظمی شیخ الحدیث جامعہ مظہرالعلوم بنارس اور مولانا اشتیاق احمد اعظمی استاذ حدیث وفقہ دارالعلوم مؤ) سے یہاں پر رہ کر خدمت کرنے گذارش بھی کردی تھی، خدا کرے کہ والد صاحبؒ کا یہ خواب جلد تعبیر آشنا ہو، والد صاحب چاہتے تھے کہ پورہ معروف کی علمی مرکزیت لمبے عرصہ تک باقی رہے، اور خانقاہی نظام ہمیشہ یونہی چلتا رہے، آس پاس کی خانقاہیں جس طرح دوسرے صوبوں میں جاکر

اعتکاف کرنے کی وجہ سے ویران ہوگئیں، یہاں ایسا نہ ہو، اسی لئے والد صاحب علیہ الرحمہ نے کسی دوسرے صوبہ کو مستقل اپنا خانقاہی مستقر نہیں بنایا، اہل گجرات کے اصرار پر وہاں پر خانقاہی نظام تو ضرور قائم کیا مگر ایک ایک سال اور بسا اوقات دو دو برس کے ناغے کے ساتھ وہاں پر اعتکاف کیا۔

والد صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے خلفاء ومتوسلین:

(۱) برادرم مفتی عبد اللہ معروفی صاحب یہاں بھی اپنے معاصر رفقاء پر سبقت لے گئے، والد صاحب سے اصلاحی تعلق قائم کیا، بڑی تیزی سے ترقی کی، سہارنپور قیام کے زمانہ میں کافی استعداد پیدا کر لی تھی، اور والد صاحب انہیں خلعت خلافت عطا کرنے ہی والے تھے کہ شیخ مولانا محمد طلحہ کاندھلوی مدظلہ العالی نے انہیں والد صاحب سے مانگ لیا اور تھوڑے دن تربیت کے بعد خرقہ خلافت عطا فرمایا۔

(۲) قاری عبد الستار صاحب سلام پوری کو والد صاحبؒ نے خلافت عطا فرمائی جو ایک ادارہ میں نائب شیخ الحدیث ہیں، شمالی گجرات کے اہم قراء سبعہ عشرہ میں ان کا شمار ہوتا ہے۔

(۳) استاذ الحفاظ، آبروئے پورہ معروف، فنافی اللہ، حضرت حافظ عبد اللطیف صاحب علیہ الرحمہ ابھی چند برس پہلے اس دارفانی سے انتقال فرما گئے، ہمارے دیار میں ہر کس وناکس کو اُن کی پرہیزگاری اور تقویٰ پر مکمل اعتماد تھا۔

(۴) ممتاز احمد پہلوان صاحب کافی عرصہ پہلے والد صاحب نے انہیں خلافت سے سرفراز فرمایا، ہمارے قریب کے ایک گاؤں کوئریاپار کے رہنے والے ہیں، کچھ دنوں پہلے بہت بیمار ہو گئے تھے، اب ٹھیک ہیں پہلے ہمارے علاقہ میں ان کی زورآوری مشہور تھی، اور اب ریاضت ومجاہدہ میں اپنی مثال آپ ہیں۔

چند ذی استعداد علماء کرام اور ہیں جن کے بارے میں والد صاحب نے فرمایا تھا کہ کافی حد تک تربیت ہو چکی ہے تھوڑی بہت کسر ہے، قاری صاحب اس رمضان المبارک میں اُن کی تربیت فرما کر اجازت دے دیں، ربانی مسجد اور ربانی خانقاہ سے متعلق تفصیلی مضمون حضرت مولانا رضوان الرحمٰن صاحب قاسمی معروفی استاذ فقہ وحدیث جامعہ اسلامیہ بنارس تحریر فرمانے والے ہیں، انہوں نے مجھ ناچیز سے فرمایا تھا کہ میں اس موضوع پر تفصیلی مضمون تحریر کروں گا، تکرار سے بچنے کے لئے میں اس باب کو یہیں پر بند کرتا ہوں۔

جذبات دل

فروح وریحان وجنات نعیم

۱۴۳۴ھ

بروفات حسرت آیات حضرت مولانا زین العابدین صاحب اعظمیؒ

اف کس کے سوگ میں ہے مری چشم اشک بار
یہ کس کے غم میں ہیں مرے قلب جگر فگار
بے چین و بے قرار ہوں آتا نہیں قرار
بزم جہاں سے اٹھ گیا یکتائے روزگار
دل کا ہرایک زخم عیاں ہوگیا ہے آج
یہ کون زیر خاک نہاں ہوگیا ہے آج
سونی سی ہوگئی ہے مرے دل کی انجمن
دوہے غمِ فراق کے ہونٹوں پہ نغمہ زن
دنیائے علم وفن تھی تری ضو سے ضو فگن
تحقیق وجستجو میں رہا کرتا تھا مگن
سب پوچھتے ہیں دل کا سہارا کہاں گیا
جو زیب چرخ تھا وہ ستارا کہاں گیا
امرت کو پی کے جامۂ ہستی دیا اتار
باغ بہشت کی ہو میسر تجھے بہار
بوئے وفا سے اب بھی زمانہ ہے مشکبار
تھی سرزمینِ علم ترے دم سے لالہ زار
آہستہ برگِ گل بہ فشاں بر مزار او
بس نازک است شیشۂ دل درکنار او
علم حدیث پاک کا دیوانہ چل بسا
روشن تھی جس سے شمع وہ پروانہ چل بسا

ویراں ہے میکدہ خم وپیانہ چل بسا
جو نازش چمن تھا وہ مستانہ چل بسا
کچھ داغہائے دل ہیں نہاں اندرون دل
وجہ نشاط باعث راحت سکون دل
نالوں کو جوڑ دے مرے یارب !اثر کے ساتھ
پرواز بخش! بھیگے ہوئے بال وپر کے ساتھ
وابستہ میں رہوں گا یونہی تیرے در کے ساتھ
ہو علم و آگہی بھی عطا چشم تر کے ساتھ
آباد تیری یاد سے دل کا چمن رہے
آجائے صبر دل میں نہ رنج ومحن رہے
یاقوت و لعل وگوہر نایاب اس کی ذات
طارقؔ متاع فکر و نظر اس کی بات بات
وہ نازش چمن تھا وہی رشک کائنات
افسوس خشک ہوگیا سرچشمۂ حیات
نالہ دہائی دینے کو پہونچا ہے عرش پر
نعم البدل کی آج ضرورت ہے فرش پر

مولانا عبدالباسط طارقؔ قاسمی ابن مولانا زین العابدین الاعظمی جامعہ مظاہر علوم سہارنپور

واردات قلب

حیف استاذ العلماء رفت

۳ ۱ ۰ ۲ ء

بروفات حسرت آیات حضرت مولانا زین العابدین صاحب اعظمیؒ

علم سے سرشار تھے مولانا زین العابدیں
اک دُرِ شہوار تھے مولانا زین العابدیں

جی بہل جاتا تھا ان کی انجمن میں ہم نفس
مونس و غم خوار تھے مولانا زین العابدیں

اتباع سنت نبوی میں گذری تھی حیات
کس قدر دیں دار تھے مولانا زین العابدیں

ہم نے اس دنیا میں ان سا دوسرا دیکھا نہیں
کتنے خوش گفتار تھے مولانا زین العابدیں

رہرو راہ طریقت پیکر صدق وصفا
صاحب دستار تھے مولانا زین العابدیں

سچ تو یہ ہے آپ ہی سے آبرو تھی علم کی
علم سے ضو بار تھے مولانا زین العابدیں

اجنبیت کا کبھی احساس بھی ہوتا نہ تھا
کتنے خوش اطوار تھے مولانا زین العابدیں

مرتے دم بھی ان کے چہرے پر نہ تھی پژمردگی
شوق میں سرشار تھے مولانا زین العابدیں

مسکرا کر چل دیئے آیا جو پیغام اجل
واقعی تیار تھے مولانا زین العابدیں

عصمت ازواج واصحاب پیمبر کے لئے
آہنی دیوار تھے مولانا زین العابدیں

بخش دے ان کو مرے مولا مرے پروردگار
علم کا مینار تھے مولانا زین العابدیں

یہ زمانہ تا قیامت آپ کی دے گا مثال
ایسا اک کردار تھے مولانا زین العابدیں

جو بھی جاتا تھا اسے محسوس تک ہوتا نہ تھا
کس قدر بیمار تھے مولانا زین العابدیں

بے نیازی اور استغنا کی خوگر ان کی ذات
کس قدر خود دار تھے مولانا زین العابدیں

شاعر آتش نوا کہتا ہے یارب رحم کر
عاشق سرکار تھے مولانا زین العابدیں

طارقؔ خستہ کا پہونچے ان کی خدمت میں سلام
وارث دین نبی تھے وہ زمانے کے امام

مولانا عبد الباسط طارقؔ قاسمی ابن مولانا زین العابدین الاعظمی جامعہ مظاہر علوم سہارنپور